بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت حکیم الامت

مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ

بحیثیت مجدد فقیہ

حضرت مولانا مفتی اختر امام عادل قاسمی

بانی و مہتمم جامعہ ربانی منورواشریف

شائع کردہ

مفتی ظفیر الدین اکیڈمی

جامعہ ربانی منورواشریف، سمستی پور بہار الہند

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب: حضرت حکیم الامت مولانا محمد اشرف علی تھانوی۔بحیثیت مجدد فقیہ

مصنف: حضرت مولانا مفتی اختر امام عادل قاسمی بانی و مہتمم جامعہ ربانی منوروا شریف

صفحات: ۵۷

ناشر: مفتی ظفیر الدین اکیڈمی جامعہ ربانی منوروا شریف سمستی پور بہار انڈیا

سن اشاعت: ۱۴۳۹ھ مطابق ۲۰۱۷ء

قیمت: ۵۰/ روپے

ملنے کے پتے

☆ مکتبہ جامعہ ربانی منوروا شریف، پوسٹ سوہما، وایا: بتھان، ضلع سمستی پور بہار 848207 رابطہ نمبر: 9473136822 – 9934082422

☆ مکتبہ الامام، سی 212، گراؤنڈ فلور، شاہین باغ، ابوالفضل انکلیو پارٹ 2 اوکھلا، جامعہ نگر، نئی دہلی 25

فہرست مضامین کتاب

نمبر شمار	مضامین	صفحات
۱	ولادت اور عہد طفلی	٦
۲	پاکیزہ بچپن	۷
۳	تعلیم وتربیت	۸
۴	دارالعلوم دیوبند میں داخلہ اور فراغت	۹
۵	دستار بندی کا قصہ	۱۰
٦	اساتذۂ کرام	۱۱
۷	تدریس کے لئے کانپور کا انتخاب	۱۲
۸	کانپور میں آپ کے تلامذہ	۱۴
۹	مواعظ کی شہرت ومقبولیت	۱۵
۱۰	شعر وادب کا ذوق	۱٦
۱۱	اہل اللہ سے محبت وشیفتگی	۱۷
۱۲	کانپور سے تھانہ بھون کی دکان معرفت کی طرف	۱۹
۱۳	عظیم الشان خدمات	۲۰
۱۴	وقت میں برکت	۲۱
۱۵	وقت میں برکت کے اسباب	۲۱

صفحات	مضامین	نمبر شمار
۲۳	تھانہ بھون کی متوکلانہ زندگی	۱۶
۲۳	زندۂ جاوید شخصیت	۱۷
۲۵	فقہ و قانون کی دنیا میں حضرت تھانویؒ کے امتیازات واولیات	۱۸
۲۷	فقہی کارنامے	۱۹
۲۸	مشہور فقہی تصنیفات	۲۰
۲۸	اعلاء السنن—احادیث احکام کا مجموعہ	۲۱
۳۱	احکام القرآن - آیات احکام کا مجموعہ	۲۲
۳۲	الحیلۃ الناجزۃ—ایک اجتہادی کارنامہ	۲۳
۳۳	امداد الفتاویٰ - ایک عظیم فقہی واجتہادی شاہکار	۲۴
۳۶	امداد الاحکام—تکملہ امداد الفتاویٰ	۲۵
۳۶	بہشتی زیور—نسوانی مسائل واحکام کا بے نظیر مجموعہ	۲۶
۴۲	فقہی شخصیات اور رجال کار	۲۷
۴۵	مسلمانوں کی اجتماعی اور ملی زندگی کے لئے چند رہنما خطوط	۲۸
۴۵	مجلس فقہی کی ضرورت	۲۹
۴۸	مسلم سیاسی جماعت کی ضرورت	۳۰

	مضامین	
۳۱	ایک جامع ملی ادارہ کا تصور	۵۱
۳۲	جماعت تبلیغ کا قیام	۵۵
۳۳	وفات حسرت آیات	۵۷

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ چودھویں صدی ہجری کی یگانۂ روز شخصیتوں میں سر فہرست ہیں، آپ اس عہد کے ان ممتاز فقہاء میں ہیں جو اپنی علمی و فقہی خدمات اور جدید مسائل پر مجتہدانہ تطبیقات اور مجددانہ تشریحات کی بدولت صدیوں تک یاد رکھے جائیں گے ، آپ کے فتاویٰ اور فقہی کتابوں نے نہ صرف ایک عہد کو متاثر کیا بلکہ ان کی انقلاب آفریں اثر انگیزی اب بھی اسی طرح محسوس کی جارہی ہے اور علماء اور اصحاب افتاء رہنما خطوط کے طور پر ان کو آج بھی اپنے سامنے رکھتے ہیں فرحمہ اللہ۔

ولادت اور عہد طفلی

آپ کی ولادت باسعادت ۵/ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ مطابق ۱۹/ستمبر ۱۸۶۳ء بروز چہارشنبہ بوقت صبح صادق تھانہ بھون[1] میں ہوئی، تاریخی نام "کرم عظیم" ہے، جس سے ۱۲۸۰ھ کی تاریخ نکلتی ہے، چودہ (۱۴) ماہ کے تھے کہ آپ کے چھوٹے بھائی "اکبر علی" کی ولادت ہوئی، اس لئے دودھ پلانے کے لئے ایک انا رکھی گئی، پانچ (۵) سال کی عمر میں والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا، اور تائی

---

[1]- تھانہ بھون کا اصل نام "تھانہ بھیم" تھا، کیونکہ وہ کسی زمانہ میں راجہ بھیم کا تھانہ تھا، کثرت استعمال سے تھانہ بھون ہو گیا ،جب یہاں مسلمان آکر آباد ہوئے، تو شرفائے قصبہ کے بعض اجداد نے اپنے ایک فرزند "فتح محمد" کے نام پر اس کا نام "محمد پور" رکھدیا، جو کاغذات شاہی میں بھی پایا جاتا ہے، لیکن عام طور پر پرانا نام "تھانہ بھون" ہی مشہور رہا۔ (اشرف السوانح ج ۱ ص ۴۳ مرتبہ خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان پاکستان ربیع الاول ۱۴۲۷ھ)۔

صاحبہ کے زیر سایہ آپ کی پرورش ہوئی، والدہ کے انتقال کے بعد والد صاحب کی شفقت دوچند ہوگئی اور انہوں نے آپ کی تعلیم وتربیت پر خاص توجہ دی، آپ کے والد ماجد گو کہ بظاہر دنیا میں مشغول تھے، لیکن انتہائی سنجیدہ، باوقار، صاحب فہم وفراست اور دانشمند تھے، تربیت کا خاص ملکہ رکھتے تھے، اپنی بصیرت سے بعض اوقات ایسی باتیں کرتے تھے جو آگے چل کر ہو بہو درست ثابت ہوتی تھیں، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ انہوں نے اپنے دو صاحبزادوں میں سے بڑے صاحبزادے حضرت تھانویؒ کو مدرسہ کی تعلیم دلائی اور چھوٹے صاحبزادے جناب محمد اکبر علی صاحبؒ کو اسکول کی لائن میں لگایا، اور دونوں اپنے اپنے میدان میں کامیاب ہوئے، حضرت تھانویؒ اکثر اس بات کا ذکر فرماتے تھے[2]۔

پاکیزہ بچپن

طبیعت میں بچپن ہی سے نفاست اور سلامتی تھی، اسی لئے ہمیشہ گندی چیزوں سے نفور رکھتے تھے اور ایسی شرارتیں نہیں کرتے، جو عام طور پر اس عمر میں لڑکوں کی ہوتی ہیں، اس میں والد صاحبؒ کی تربیت کا بھی بڑا دخل تھا۔۔۔۔ بچپن میں کسی مسجد کے پاس سے گذرتے تو اس کے منبر پر کھڑے ہو کر وعظ وتقریر کی نقل اتارتے، یہ آپ کے روشن مستقبل کی علامت تھی[3]۔

---

[2]-اشرف السوانح ص ۲۰،۵۷ -

[3]- اشرف السوانح ص ۲۰۔

بارہ (۱۲) سال کی عمر میں ہی حضرت مولانا فتح محمدؒ کے فیض صحبت سے لذت نیم شبی سے آگاہ ہوگئے تھے، اور تہجد کی نماز بھی پڑھنا شروع کر دیا تھا[4]۔

تعلیم وتربیت

حفظ قرآن کریم آخون جی (کھتولی ضلع مظفر نگر) کے پاس شروع کیا اور میرٹھ میں حافظ حسین علی دہلویؒ کے پاس مکمل کیا،۔۔۔فارسی کی ابتدائی کتابیں میرٹھ میں مختلف اساتذہ سے، متوسط کتابیں تھانہ بھون میں حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ سے اورانتہائی کتابیں –ابوالفضل وغیرہ-اپنے ماموں جان جناب واجد علیؒ سے پڑھیں ،ماموں جان کو ادبیات فارسی پر کامل دستگاہ حاصل تھی ،بقیہ کتب فارسی –پنج رقعہ ،قصائد عرفی اور سکندر نامہ وغیرہ –دیوبند میں حضرت مولانا منفعت علی دیوبندیؒ سے مکمل کیں۔

اساتذۂ کرام کے فیض تعلیم اور حضرت تھانویؒ کے ذوق طلب کا نتیجہ تھا کہ آپ کو فارسی زبان میں پوری دسترس حاصل ہوگئی، تحریر وتقریر، نظم ونثر سب پر قدرت حاصل تھی ،ایک بار طالب علمی کے زمانے میں خارش کے مرض میں مدرسہ سے چھٹی لے کر گھر تشریف لائے، تو بیماری کے عالم میں محض وقت گذاری کے طور پر فارسی زبان میں ایک مثنوی "مثنوی زیر وبم" کہہ ڈالی، مثنوی کے پہلے شعر سے ظاہر ہوتا ہے کہ اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں یہ مثنوی کہی گئی تھی :

---

[4]-امداد الفتاویٰ ج ا ص ۳۹۔

ہمی گوید گرفتار درد و نالہ　　　　نادان ہشدہ سالہ[5]

دارالعلوم دیوبند میں داخلہ اور فراغت

عربی کی ابتدائی کتابیں تھانہ بھون میں حضرت مولانا فتح محمد صاحبؒ کے پاس پڑھیں ، ذی قعدہ ۱۲۹۵ھ مطابق دسمبر ۱۸۷۸ء میں نورالانوار کے سال دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے ،اور مشکوٰۃ شریف ، مختصر المعانی ،نورالانوار اور ملاحسن وغیرہ سے تعلیم کا آغاز فرمایا، تقریباً پانچ (۵) سال کی مدت قیام میں دیگر کتابوں کے علاوہ دورۂ حدیث شریف اور افتا کی تکمیل فرمائی، اس دوران دیوبند میں اپنے رشتہ داروں کے یہاں بھی آمد ورفت سے گریز کیا، بالآخر ۱۳۰۱ھ کے آغاز میں ۱۹ یا ۲۰ سال کی عمر میں آپ نے دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کی[6]، دیوبند میں قیام کے دوران اپنی ذکاوت وذہانت ، محنت ویکسوئی، طبیعت کی سلامتی، ادب واحترام اور ذوق مطالعہ کی بنا پر اپنے اساتذہ کے منظور نظر رہے، فارغ اوقات میں

---

[5] -اشرف السوانح ج ا ص ۵۶۔

[6] - اشرف السوانح ج ا ص ۵۷، یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ حضرت تھانویؒ کے بعض تذکروں میں حضرت کا سن فراغت ۱۲۹۹ء لکھا گیا ہے، لیکن اشرف السوانح چونکہ حضرت کے حالات زندگی پر سب سے معتبر کتاب ہے اور یہ خود صاحب سوانح کی نگاہ سے گذر چکی ہے، اس لئے اس پر اعتماد کیا جانا زیادہ مناسب ہے،۔۔۔۔یا ممکن ہے کہ جن بزرگوں نے ۱۲۹۹ھ کی روایت نقل کی ہے انہوں نے دورہ اور افتا کے سال کو الگ الگ شمار کیا ہو، حالانکہ حضرت تھانویؒ نے مروجہ طریق پر افتا کی تعلیم حاصل نہیں کی تھی بلکہ طالب علمی کے زمانے ہی سے حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ کے پاس فتویٰ کی مشق کرنے لگے تھے (اشرف السوانح ج ا ص ۶۶) اس لئے سن فراغت کے باب میں ۱۳۰۱ھ والی روایت ہی زیادہ درست ہے۔

اکثر استاذ الکل حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی خدمت میں حاضری دیتے تھے ،اور آپ کی صحبت سے علمی وروحانی فیوض حاصل کرتے تھے ، اساتذہ آپ کی ذہانت وصلاحیت کے بے حد مداح تھے،۔۔۔۔۔

آخری سال فقیہ العصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ سالانہ امتحان اور دستار بندی کے لئے تشریف لائے توحضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے آپ کی ذہانت کی بہت تعریف کی، چنانچہ حضرت گنگوہیؒ نے آپ سے مشکل سوالات کئے، حضرت تھانویؒ نے ذہانت اور خوش اسلوبی کے ساتھ جوابات دیئے ،جن سے حضرت گنگوہیؒ بے حد خوش ہوئے،طالب علمی کے زمانے میں آپ کی ذکاوت و ذہانت کے اس طرح کے بہت سے واقعات ہیں جو آپ کی کتب سوانح میں معروف ہیں[7]۔۔۔۔۔

دستار بندی کا قصہ

لیکن اس کے باوجود علم یا ذہانت کے زعم میں ہر گز مبتلا نہیں ہوئے جیسا کہ اکثر ذہین طلبہ مبتلا ہو جاتے ہیں،اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ جلسۂ دستار بندی کے موقعہ پر حضرت نے اپنے استاذ حضرت مولانا یعقوب نانوتوی سے نہایت عجز وادب کے ساتھ درخواست کی کہ ہماری دستار بندی نہ کی جائے،اس لئے کہ ہمیں کچھ بھی آتا جاتا نہیں ہے،اس سے مدرسہ کی سخت بدنامی ہوگی، کہ ایسے

7-دیکھئے: امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۴۰، اشرف السوانح ص ۶۲ ۶۵-ج ۱۔

نالائقوں کو سند دی گئی۔۔۔۔حضرت مولانا یعقوب صاحب نے ان گذارشات کو سن کر انتہائی جوش جذبات میں فرمایا:

"کہ تمہارا خیال غلط ہے، یہاں چونکہ تمہارے اساتذہ موجود ہیں
اس لئے تمہیں اپنی ہستی نظر نہیں آتی، یہاں سے باہر جاؤ گے تو
پتہ چلے گا کہ تم کون ہو، جہاں جاؤ گے تم ہی تم ہو گے[8]۔

اساتذۂ کرام

یہ آپ کی خوش نصیبی تھی کہ آپ کو اساتذۂ کاملین میسر آئے، حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے تو شرف تلمذ حاصل نہ ہو سکا، اس لئے کہ وہ منتہی کتابیں پڑھاتے تھے اور حضرت تھانوی متوسطات میں داخل ہوئے تھے ، پھر ایک سال کے بعد ہی حضرتؒ کا وصال ہو گیا، البتہ حضرتؒ کے تلامذہ کے ذریعہ بالواسطہ فیوض حاصل ہوئے[9]۔۔۔۔۔

دیوبند میں آپ اپنے اساتذہ میں سب سے زیادہ حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ سے متأثر تھے[10]، اکثر فرماتے تھے کہ:

"حلقۂ درس کیا تھا وہ حلقۂ توجہ ہوتا تھا" یعنی کتابیں نہیں پڑھائی جاتی
تھیں بلکہ نسبت علم منتقل کیا جاتا تھا۔

---

[8]-حوالۂ بالا، واشرف السوانح ص۶۶ ج ا۔

[9]- اشرف السوانح ج اص ۱۹۷۔

[10]-حضرت مولانا یعقوب صاحب نے بھی بعض کتابیں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے پڑھی تھیں۔

ان کے علاوہ آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا سید احمد صاحبؒ، حضرت ملا محمود صاحبؒ، حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، اور حضرت مولانا عبد العلی صاحبؒ خاص طور پر قابل ذکر ہیں[11]،

فن تجوید آپ نے مکہ معظمہ میں شہرۂ آفاق قاری حضرت قاری محمد عبداللہ صاحب مہاجر مکیؒ سے حاصل کی، جو اہل عرب کے نزدیک بھی نہایت جید اور ماہر فن قاری تسلیم کئے جاتے تھے، حضرت کو مشق و تجوید میں اپنے استاذ سے ایسی یکسانیت پیدا ہوگئی تھی کہ بسا اوقات استاذ اور شاگرد کی قرأت میں سننے والوں کو دھوکہ ہو جاتا تھا[12]،

تدریس کے لئے کانپور کا انتخاب

دارالعلوم دیوبند سے فراغت کے بعد اسی سال (صفر ۱۳۰۱ھ مطابق دسمبر ۱۸۸۳ء میں) آپ تدریس کے لئے مدرسہ فیض عام کانپور تشریف لے گئے، مدرسہ فیض عام ہندوستان کا انتہائی قدیم اور ممتاز ادارہ تھا، جس کی شہرت علمی ملک سے بیرون ملک تک تھی، سن قیام کے لحاظ سے یہ دارالعلوم دیوبند سے بھی قدیم مدرسہ تھا، یہاں اس زمانے میں حضرت مولانا شاہ احمد حسن کانپوریؒ کی شخصیت شہرۂ آفاق تھی، ان کو امام المعقولات کہا جاتا تھا، ان کو ساٹھ (۶۰) متون کی کتابیں

---

[11]-اشرف السوانح ج ا ص ۶۸۔

[12]- اشرف السوانح ج ا ص ۶۹۔

حفظ یاد تھیں ، ،اسی لئے ان کو "ملا متون" بھی کہتے تھے ، ہندوستان میں بہت کم لوگ تھے جو علمی وفنی لیاقت اور تدریسی مہارت میں ان کی ہم سری کرسکتے تھے ، اتفاق سے کسی اختلاف کی بناپر حضرت کانپوریؒ مدرسہ فیض عام سے مستعفی ہوگئے ، اور وہاں صدر مدرس کی جگہ خالی ہوگئی ، حضرت کانپوریؒ کی شخصیت کا رعب اتنا تھا کہ باوجود تلاش بسیار کے اس جگہ پر بیٹھنے کی ہمت کسی کو نہ ہوتی تھی ۔۔۔۔

حضرت تھانویؒ کانپور کے حالات سے بے خبر ایک مدرس کی طلبی پر وہاں تشریف لے گئے ۔۔۔۔وہاں جاکر حالات کا علم ہوا تو تھوڑی دیر کے لئے ذہنی اضطراب ہوا کہ کہاں بحر العلوم ،امام المعقولات اورایک کہنہ مشق استاذ۔۔۔ اور کہاں یہ نو آموز طالب علم ؟۔۔۔۔جوانی کا سبزہ آغاز تھا،۔۔۔۔۔لیکن اساتذہ اور بزرگوں کی دعاؤں اور اپنی فطری صلاحیتوں کی بدولت آپ اس منصب کی آبرو بچانے میں کامیاب ہوئے ، آپ کی تدریس اور خطابت کو کانپور میں حسن قبول حاصل ہوا،اوراپنی تواضع وادب شناشی کی وجہ سے حضرت کانپوریؒ کی نگاہ میں بھی قابل احترام قرارپائے ،لیکن چندماہ کے بعد ہی چندہ کے مسئلے پر منتظمین مدرسہ سے اختلاف پیدا ہوا اور آپ وہاں سے سبکدوش ہوگئے ، سبکدوش ہونے کے بعد اس علاقے ہی کے نہیں پورے ملک کے مخدوم حضرت اقدس مولانا شاہ فضل رحماں گنج مرادآبادیؒ کی بارگاہ میں شرف زیارت کے لئے حاضر ہوئے ، وہاں سے واپسی پر گھر لوٹنے کا ارادہ تھا لیکن کچھ ایسی تقریب پیدا ہوئی کہ وہاں پٹاپور میں آپ کے

ذریعہ اللہ پاک نے مدرسہ جامع العلوم قائم فرمایااور آپ اس مدرسہ کے مدرس اول قرار پائے،۔۔۔۔

کانپور میں آپ کے تلامذہ

اس مدرسہ کے پلیٹ فارم سے آپ نے جو علمی اور تدریسی خدمات انجام دیں وہ آپ کی زندگی کا شاہکار باب ہے، آپ نے وہاں رہ کر ایسے ایسے ہیرے تراشے جن سے ایک زمانے نے روشنی حاصل کی، جنہوں نے علم وفن کو وقار بخشا،اور مسند تدریس وتصنیف کو زینت عطاکی، کانپور میں آپ نے مسلسل چودہ (۱۴)سال قیام فرمایااور سینکڑوں طلبہ آپ کے دریائے علم سے فیضیاب ہوئے ،ان میں مولانااسحاق بردوانیؒ،مولانارشید احمد کانپوریؒ،مولانااحمد علی فتحپوریؒ،علامہ ظفر احمد عثمانی تھانویؒ،مولانا صادق الیقین کرسویؒ،مولانا شاہ لطف الرسول بارہ بنکویؒ،مولانا حکیم محمد مصطفےٰ بجنوریؒ،مولاناسید اسحاق علی کانپوریؒ،مولانامظہر الحق چاٹگامیؒ،مولانا سعید احمد اٹاویؒ،مولانامظہر علی خانؒ تھانوی اور مولانا فضل حق الہ آبادیؒ سرفہرست ہیں[13]۔

حضرت تھانویؒ کو اپنے تلامذہ سے بے پناہ تعلق تھا،طلبہ بھی ٹوٹ کر آپ سے محبت کرتے تھے، آپ اکثر فرماتے تھے کہ:

"اتنا تعلق مجھے اپنے معتقدین سے نہیں ہے کیونکہ معتقدین سے

13-امدادالفتاویٰ ج ا ص ۱۴۱ تا ۱۴۳،واشرف السوانح ج ا ص ۴۷ تا ۱۰۱۔

طبیعت اتنی کھلی ہوئی نہیں ہے، جتنی شاگردوں سے طبیعت کھلی ہوئی ہے اور بے تکلفی ہے"[14]

مواعظ کی شہرت ومقبولیت

آپ کو وعظ گوئی کا بھی بڑا ملکہ تھا اور یہ آپ کے فیض عام کا سب سے بڑا ذریعہ تھا، وعظ میں تاثیر تھی، اور ہر طبقہ کے لوگ متاثر ہوتے تھے، اشعار کا برمحل استعمال فرماتے تھے، طالب علمی ہی کے زمانے سے وعظ کہنا شروع کر دیا تھا، اور یہ سلسلہ کم وبیش آخر عمر تک جاری رہا، البتہ آخری عمر میں کتاب دیکھ کر مختصر وعظ فرماتے تھے، وہ حوصلہ وامنگ بھی باقی نہ رہا تھا[15]۔

ایک بار حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی حیات مبارکہ میں گنگوہ میں وعظ فرمایا: اس دوران جتنے لوگ حضرت گنگوہیؒ کی زیارت کے لئے آئے سب سے حضرت نے فرمایا:- "جاؤ وعظ سنو، حقانی وعظ ہو رہا ہے[16]۔

البتہ آپ وعظ وتقریر پر معاوضہ لینے کے قائل نہ تھے، بلکہ ایسے ہدیہ سے بھی گریز فرماتے تھے، جس میں کسی درجہ میں بھی معاوضہ کی شکل پیدا ہو جاتی تھی، اس سلسلے کے کئی واقعات اشرف السوانح میں مذکور ہیں[17]۔

---

[14]- اشرف السوانح ج ا ص ۱۰۱۔

[15]-- اشرف السوانح ج ا ص ۱۳۰۔

[16]-- اشرف السوانح ج ا ص ۱۱۲۔

[17]- اشرف السوانح ج ا ص ۱۰۵۔

حضرت کے یہ مواعظ آپ کی زندگی ہی میں مطبوعہ صورت میں شائع ہونے لگے تھے ،آج وہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں ،تین سو گیارہ (۳۱۱)وعظ حضرت کی زندگی ہی میں طبع ہوچکے تھے [18]،یہ مطبوعہ مواعظ بھی بہت بافیض ہیں ،ایک ایک وعظ نے کتنوں کی زندگیاں بدل ڈالیں۔

طبیعت خلوت پسند واقع ہوئی تھی لیکن اصلاح اور وعظ کے لئے خلاف طبیعت اپنی شرطوں کے ساتھ قریب وبعید کے بے شمار اسفار کئے، جن کی تفصیل آپ کی سوانح میں موجود ہے [19]۔

شعر وادب کا ذوق

شعر وادب کا بھی پاکیزہ ذوق رکھتے تھے ،آہ تخلص فرماتے تھے ،قیام مکہ معظمہ کے دوران توحید وجودی کے مضامین پر مشتمل آپ نے پوری غزل کہہ ڈالی ،اشرف السوانح میں اس غزل کے دواشعار نقل کئے گئے ہیں،اس سے کلام کی سلاست کا اندازہ ہوتا ہے:

خودی جب تک رہی اس کونہ پایا　　جب اس کوڈھونڈھ پایاخود عدم تھے
حقیقت کیاتمہاری تھی میاں آہ　　یہ سب امداد کے طلب وکرم تھے

حضرت حاجی صاحبؒ کو یہ غزل بہت پسند آئی [20]۔

---

[18] -- اشرف السوانح ج۱ص۱۳۰۔

[19]-- اشرف السوانح ج۱ص۱۳۱تا۱۴۰۔

اہل اللہ سے محبت و شیفتگی

حضرت تھانوی کو شروع سے ہی اہل اللہ سے محبت تھی ،بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنا،ان کی خدمت کرنا،ان کی زیارت کے لئے دوردراز کے سفر کرنا اپنی سعادت سمجھتے تھے، آپ نے سن شعور سے قبل ہی اس حقیقت کو پالیا تھا کہ: کتابیں صرف الفاظ سکھاسکتی ہیں،زندگی کو بنانے اور ڈھالنے کا کام ان کے بس کی بات نہیں ہے،یہ شخصیتوں اور اللہ والوں کا کام ہے،بقول حضرت اکبر الہ بادیؒ :

کورس تو لفظ ہی سکھاتے ہیں　　　آدمی آدمی بناتے ہیں

طالب علمی ہی کے ایام سے حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ اور حضرت شاہ رفیع الدین صاحبؒ کی صحبت میں جاکر بیٹھتے تھے ،حضرت شاہ رفیع الدین کے حلقۂ توجہ کے بارے میں ارشاد فرماتے تھے:

" اس قدر اثر محسوس ہوتا تھا کہ جیسے پاک صاف ہو گیا ہوں"[21]

حضرت مولانا شاہ فضل رحمان گنج مرادآبادیؒ اور شاہ ابو حامد بھوپالیؒ کی زیارت کے لئے پر مشقت اسفار کئے،ان کے علاوہ حضرت بہادر علی شاہؒ دیوبندیؒ ،حضرت حاجی سید محمد عابد حسین دیوبندیؒ،حضرت گھیسن شاہ مجذوبؒ،حضرت پیر احمدؒ،حضرت خلیل پاشا(مکہ معظمہ)،حضرت قاری عبدالرحمن پانی پتیؒ،حضرت

---

[20]- اشرف السوانح ج ا ص ۲۵۹۔

[21] -امداد الفتاویٰ ج ا ص ۴۳۔

حافظ تفضل حسینؒ، حضرت حافظ احمد حسین شاہ جہاں پوریؒ، حضرت شاہ احسان الحقؒ (کانپور)، حضرت عبدالوہاب بغدادیؒ (مکہ معظمہ)، حضرت شاہ ابوالحسن صاحبؒ سابق مہتمم جامع مسجد سہارن پور، حضرت صوفی شاہ سلیمان لاجپوریؒ، حضرت مولانا شیخ فتح محمد تھانویؒ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، اور حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی صحبتوں سے بھی مستفید ہوئے۔

طبیعت کا یہی رنگ ان کو بزرگوں کے آستانہ تک لے گیا، عہد طالب علمی میں ہی بے خودی کے عالم میں آپ نے حضرت گنگوہیؒ سے بیعت کی درخواست کی، مگر حضرت گنگوہیؒ نے طالب علمی کا عذر بتا کر بیعت نہیں فرمایا، اور بالآخر فراغت کے بعد کانپور کے زمانۂ تدریس میں ۱۳۰۱ھ میں سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کی بارگاہ قدس میں ان کو باریابی ملی، اور اپنے والد ماجد کے ہمراہ مکہ معظمہ حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے، اور گوہر مراد تک پہونچے، پھر ۱۳۱۰ھ میں دوبارہ حاضر آستانہ ہوئے اور ۱۳۱۱ھ میں بامراد واپس آئے، حضرت حاجی صاحبؒ کی بے پناہ شفقت و محبت اور توجہ وعنایت کی برکت سے آپ بہت جلد درجۂ کمال تک پہونچ گئے، ہندوستان میں حضرت گنگوہیؒ کی صحبتوں سے بھی بھر پور استفادہ فرمایا[22]۔

---

[22]-امداد الفتاوٰی ج ا ص ۴۴، ۴۵۔

کانپور سے تھانہ بھون کی دکان معرفت کی طرف

اس دولت کی تکمیل کے ساتھ ہی کانپور سے بلا سبب ہی دل اچاٹ ہونے لگا، اپنے پیر و مرشد سے مشورہ کیا تو انہوں نے ایسی صورت میں کانپور ترک کر کے تھانہ بھون کی خانقاہ امدادیہ میں قیام کرنے کا اشارہ فرمایا[23]۔

چنانچہ ۱۳۱۵ھ میں آپ نے بتدریج کانپور سے رخصت ہو کر توکلاً علی اللہ خانقاہ امدادیہ میں ڈیرہ ڈال دیا، اور پیر و مرشد کے حسب منشا مدرسہ و خانقاہ کی نشأۃ ثانیہ شروع کی۔۔۔۔۔۔

ایک زمانہ تھا کہ یہ مسجد "دکان معرفت" کہلاتی تھی، اور اس کی سہ دری میں بیک وقت حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی "، حضرت حافظ ضامن شہید "(متوفی ۱۸۵۷ء) اور حضرت مولانا شیخ محمد تھانویؒ(متوفی ۱۲۹۶ھ) جیسے اقطاب زمانہ اپنی جلوہ سامانیوں کے ساتھ فروکش تھے[24]، اب وہ مسجد ویران ہوچکی تھی، حضرت حافظ ضامنؒ اور حضرت مولانا شیخ محمدؒ کا وصال ہوچکا تھا اور حضرت حاجی امداداللہ صاحب مکہ معظمہ ہجرت کر چکے تھے، حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ کو اس کا بڑا قلق تھا، وہ چاہتے تھے کہ تھانہ بھون ہی کے کسی سپوت کے ذریعہ یہ مسجد پھر آباد ہو، اور یہاں روحانیت واحسان کی پھر وہی درسگاہ قائم ہو جس

---

[23] - اشرف السوانح ج ا ص ۲۷۵۔

[24] -اشرف السوانح ج ا ص ۱۹۲۔

کو چشم فلک نے پہلے یہاں دیکھا تھا، حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ دور کے رشتے سے حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے پوتے ہوتے تھے[25]،اس لئے حضرت حاجی صاحبؒ کو پوری امید تھی کہ میرا یہ پوتا اللہ پاک کی مدد سے اس خانقاہ کی عظمت رفتہ کو بحال کر سکے گا[26]، چنانچہ آپ کو حضرت حاجی صاحب نے وہاں پر اپنا جانشین بنا کر بٹھادیا[27]،اور سچ مچ لوگوں نے دیکھا کہ اس دکان معرفت نے ایسی کروٹ لی ،اور مشتاقان زیارت وصحبت کا ایسا ہجوم ہوا کہ گنج مرادآباد میں حضرت شاہ فضل رحمانؒ ،سرہند میں حضرت مجدد الف ثانیؒ،اور دہلی میں حضرت نظام الدین اولیاءؒ کاعہد تازہ ہوگیا، تھانہ بھون میں ایک مستقل ریلوے اسٹیشن بنایا گیا[28]۔

عظیم الشان خدمات

اسی خانقاہ میں بیٹھ کر اپنے بندھے ٹکے معمولات اور نظام الاوقات کے مطابق آپ نے عظیم علمی، فکری، دعوتی، اصلاحی اور روحانی خدمات انجام دیں، علم وفن کے ہر موضوع پر بے شمار کتابیں تحریر کیں اور اسی دکان معرفت کے سانچے میں بلند پایہ رجال کار اور مردان باخدا تیار ہوئے کہ اس عہد میں اس کی کوئی دوسری مثال نہیں دیکھی گئی۔

---

[25]- اشرف السوانح ج۱ص۲۶۷۔

[26]- اشرف السوانح ج۱ص۲۷۷۔

[27]- اشرف السوانح ج۱ص۲۸۰۔

[28]- امداد الفتاوی ج۱ص۴۵۔

وقت میں برکت

اللہ پاک نے آپ کے وقت میں بڑی برکت رکھی تھی، کم وقت میں زیادہ کام کرلیتے تھے ،اس کے لئے پیر ومرشد حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ نے خصوصی دعا فرمائی تھی ، ایک بارمکہ معظمہ میں قیام کے دوران حضرت حاجی صاحبؒ کے حکم پر جب آپ حضرت ابن عطاء اسکندریؒ کی کتاب "تنویر "کا اردو ترجمہ "اکسیر فی اثبات التقدیر "کے نام سے کررہے تھے ، روزانہ آپ کے کام کی مقدار دیکھ کر حضرت حاجی صاحب بے حد خوش ہوئےاور ارشاد فرمایا کہ "اللہ پاک نے تمہارے وقت میں بڑی برکت عطا فرمائی ہے[29]،

قیام مکہ معظمہ ہی کے دوران تنزلات ستہ کے مسئلے پر جس کا توحید وجودی سے خاص تعلق ہے "انوارالوجود فی اطوار الشہود "کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا، جس کو سن کر حضرت حاجی صاحبؒ بے انتہا مسرور ہوئے اور فرمایا کہ تم نے میرے سینے کی شرح کردی ہے[30]،

وقت میں برکت کے اسباب

برکت کی شکل یہ ہوتی تھی کہ کام شروع کرتے ہی ایسے اسباب پیدا ہوجاتے کہ کام جلد مکمل ہوجاتا ،کام کی دھن سوار ہوجاتی،درمیان میں کوئی

---

[29]- اشرف السوانح ج۱ص۲۵۶۔

[30]- اشرف السوانح ج۱ص۲۶۰۔

رکاوٹ بیماری ،یا غیر متعلق لوگوں کی آمد وغیرہ پیش نہ آتی ،جن وسائل کی ضرورت ہوتی بآسانی میسر آجاتے،جس موضوع پر لکھنا ہوتا اس تعلق سے مضامین کی آمد شروع ہوجاتی،جن حوالوں کی ضرورت ہوتی وہ فوراًمل جاتے وغیرہ،ظاہر ہے کہ یہ باتیں سوائے نصرت غیبی کے کسی طرح ممکن نہیں تھیں،اس بات کو آپ خود بھی بیان فرماتے تھے اور اللہ پاک کا شکر ادا کرتے تھے [31] ،

مثلاً جس زمانے میں آپ تفسیر بیان القرآن لکھ رہے تھے،آپ نے فرمایا کہ ڈھائی سال کی طویل مدت میں کبھی میرا کان تک گرم نہیں ہوا، اور ایک دن بھی ناغہ نہیں ہوا، کبھی نزلہ زکام تک کی شکایت نہیں ہوئی،حالانکہ اس زمانے میں تھانہ بھون میں طاعون کا زور تھا،اور روز کچھ لوگ مر رہے تھے،جنازہ ودفن میں بکثرت شرکت کی وجہ سے تھوڑا حرج ہوا لیکن خود کبھی بیمار نہیں پڑے ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء[32]۔

جس کام کو شروع فرماتے اس کو پورا کرکے دم لیتے تھے ،دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ کبھی آپ خالی نہیں بیٹھتے تھے ،ہر وقت کسی نہ کسی کام میں مشغول رہتے تھے[33]،

حضرت حاجی صاحبؒ نے آپ کی مختلف تصانیف اور علمی کاوشوں کو دیکھ

---

[31]- اشرف السوانح ج۳ص۸۵تا۸۹۔

[32]- اشرف السوانح ج۱ص۲۵۶۔

[33]-حوالۂ بالا۔

کر بشارت دی تھی کہ "تم کو تفسیر اور تصوف سے خاص مناسبت ہو گی"[34]

تھانہ بھون کی متوکلانہ زندگی

کانپور کی زندگی اسباب والی تھی ،ملازمت تھی ،ایک بڑے مدرسہ سے نسبت تھی،احباب اور متعلقین تھے ،اس کے بالمقابل تھانہ بھون کی زندگی بالکل متوکلانہ اور بے سروسامانی کی تھی ،ایسی حالت میں استقامت اختیار کرنا آسان نہ تھا، اسی لئے حضرت تھانویؒ فرماتے تھے کہ: "آداب توکل میں سے یہ ہے کہ بلا شیخ محقق کی رائے کے اسباب کو نہ چھوڑے[35]۔

آپ نے چونکہ حضرت حاجی صاحبؒ کے حکم پر کانپور کو چھوڑا تھا،اس لئے ہزار آزمائشوں ،رکاوٹوں اور مالی دشواریوں کے باوجود آپ کے پائے استقامت میں فرق نہیں آیا،بالآخر آپ کو درویشی میں ایسی شہنشاہی نصیب ہوئی کہ شاید و باید،اور بے سروسامانی میں علم و معرفت کے ایسے ساز و سامان پیدا کر گئے، کہ ایک مدت کے لئے علماء کو بہت ساری کتابوں سے بے نیاز کر دیا۔

زندۂ جاوید شخصیت

بلاشبہ حضرت تھانویؒ کی شخصیت ایک مرد کامل کی ہے ،انہوں نے شخصیت سازی کا جو معیار قائم کیا، مختلف محاذوں کے لئے جو رجال کار تیار کئے،اپنی

---

[34]- اشرف السوانح ج۱ص۲۶۷۔

[35]- اشرف السوانح ج۱ص۳۳۲۔

تصنیفات وتالیفات سے علم وفن کو جس طرح مالا مال کیا، اس کی کوئی نظیر نہ ان کے عہد میں ملتی ہے اور نہ ان کے بعد، خاص طور پر تفسیر وحدیث، فقہ وتصوف اور اصلاح معاشرہ پر ان کی علمی اور تجدیدی خدمات اسلامی تاریخ کا زریں باب ہیں، آپ کی یہ علمی کاوشیں اور اصلاحی تعلیمات آپ کی وفات پر کئی دہائیاں بیت جانے کے باوجود بھی آج زندہ ومتحرک ہیں، بلکہ شاید اگلی کئی صدیوں تک بھی ان کی اثر آفرینی اسی طرح باقی رہے گی۔۔۔۔

بلاریب حضرت تھانویؒ عہد حاضر کے عظیم مصلح روحانی، مرشد ربانی اور سماجیات اور انسانیت کے سب سے بڑے نباض تھے، اور آپ کی شہرت بحیثیت مجدد ملت اور باعتبار مرشد روحانی بہت زیادہ ہے، اور اس ضمن میں آپ نے جو افراد وشخصیات تیار کئے اور انسانی دنیا پر جو گہرے نقوش چھوڑے، یقیناً وہ قابل فخر ہیں۔۔۔۔۔

اسی طرح آپ نے مختلف موضوعات پر جو علمی اور قلمی کارنامے انجام دیئے اور ہزار سے زیادہ کتابیں لکھ کر جس طرح ایک پوری اسلامی لائبریری تیار کردی، وہ دنیا کی علمی تاریخ میں ایک ریکارڈ ہے، حضرت تھانویؒ کے علاوہ برصغیر میں کوئی دوسرا نام نہیں ہے جو اس ریکارڈ کے قریب تک بھی پہونچ سکا ہو۔

فقہ و قانون کی دنیا میں حضرت تھانویؒ کے امتیازات واولیات

حضرت تھانویؒ نے یوں تو ہر علم و فن میں اپنی تصنیفات چھوڑی ہیں ۔ بقول حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ:

"تصانیف کے وسیع وعریض دائرہ میں علوم اسلامیہ میں سے کوئی علم وفن نہیں چھوٹا جس میں آپ کی تصنیف نہ ہو، خصوصاً تفسیر قرآن، تصوف اور فقہ آپ کے مخصوص فن تھے "[36]

لیکن فقہ وفتاویٰ اور قانون اور حکمت قانون پر علمی وتحریری خدمات ، آپ کی مجتہدانہ کاوشیں اور فقہ اسلامی کے لئے رجال کار کی تیاری یہ آپ کی زندگی کے سب سے روشن عنوانات ہیں،اوراس میدان میں بھی آپ اپنے ہم عصروں سے ممتاز اور منفرد نظر آتے ہیں۔

☆حضرت تھانویؒ کوئی عام قسم کے مفتی نہیں تھے بلکہ اللہ پاک نے ان کو اس عظیم منصب کے لئے منتخب کیا تھا اور انہوں نے ایک طویل عرصہ تک اصحاب علم وفن کی صحبت میں رہ کر اس فن کی نزاکتوں کو سمجھا تھا، جس کی تفصیل آپ کے محرم اسرار ، خلیفۂ خاص اور علمی جانشین حضرت مولانامفتی محمد شفیع صاحبؒ کی زبانی ملاحظہ فرمایئے :

"اللہ سبحانہ تعالیٰ کواس آخری دور میں سیدی حکیم الامت

[36]-امداد الفتاویٰ ج ا ص ۵۲،۵۱۔

قدس سرہ سے اپنے دین کی یہ اہم خدمت لینا تھی، اس لئے اس کے اسباب وشرائط آپ میں ایسے جمع فرمادیئے کہ کم کسی کو نصیب ہوسکتے ہیں، خداداد ذہانت وحذاقت، ہر فن کی مکمل قابلیت، اساتذۂ ماہرین، پھر خاص فتویٰ سیکھنے کے لئے اول استاذ الکل حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ کی پانچ سالہ صحبت ومعیت، پھر ابو حنیفۂ عصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ کی خدمت میں مراجعت واستفادہ، یہاں تک کہ سنہ ۱۲۹۶ھ سے سنہ ۱۳۰۱ھ تک آپ کے کل فتاویٰ حضرت مولانا موصوف کی اصلاح وتصدیق سے مزین ہیں، اور سنہ ۱۳۰۱ھ سے سنہ ۱۳۲۳ھ تک اکثر مہمات فتاویٰ میں حضرت گنگوہی قدس سرہ کے مشورے اور اصلاحات شامل ہیں، اور ان سب چیزوں کے ساتھ کمال تقویٰ وتواضع جس کے آثار آپ کے تمام فتاویٰ اور تحقیقات علمیہ میں مشاہد ہیں[37]۔

☆ جدید مسائل پر سب سے پہلے آپ نے گفتگو کی، ان میں غور وخوض اور فکر ونظر کے مناہج متعین کئے، طریق کار بتائے، امداد الفتاویٰ اور امداد الاحکام اس باب میں شاہ کلید کی حیثیت رکھتی ہیں۔

☆ معاشرتی مسائل کو آپ نے فقہی مباحث کا موضوع بنایا، اور بوقت

37-امداد الفتاویٰ مقدمہ ج ا ص ۵۲۔

ضرورت دوسرے مذاہب کے علماء سے رابطہ کرنے میں بھی دریغ نہیں فرمایا، آپ کی کتاب الحیلۃ الناجزۃ اس کی شاندار مثال ہے۔

☆حلال وحرام اور مسائل شرعیہ کے علم کے معاملے میں خواتین سب سے زیادہ پسماندہ مانی جاتی ہیں، علم وشعور کے لحاظ سے پسماندہ طبقات تک علم کی روشنی پہونچانے کا کام بڑی سطح پر پہلی بار حضرت تھانویؒ نے کیا، آپ کی کتاب بہشتی زیور اس موضوع پر شہرۂ آفاق حیثیت رکھتی ہے۔

☆فقہ وقانون کے بارے میں پیدا شدہ فکری جمود کو آپ نے توڑا، علماء کے درمیان فکری وعلمی تبادلۂ خیال کے رجحانات کو فروغ دیا، مخالف آراء کو سننے اور قبول کرنے کی سنت متروکہ کو زندہ کیا، اور خود ترجیح الراجح کے ذریعہ اس کا جرأتمندانہ آغاز فرمایا۔

☆اور بہت خاص بات یہ ہے کہ آپ نے بہت سے ملی اور اجتماعی خطوط اور بنیادوں کی نشاندہی فرمائی جن پر غیر اسلامی ملکوں میں مسلمانوں کے قومی اور اجتماعی نظام کی تاسیس کی جاسکتی ہے وغیرہ۔

فقہی کارنامے

حضرت تھانویؒ کی فقہی خدمات کی تفصیلات وتنوعات کو اگر سمیٹا جائے تو ان کا خلاصہ تین باتیں ہیں:

(۱) فقہ وفتاویٰ کے موضوع پر آپ نے بے نظیر تصنیفات یادگار چھوڑیں

(۲)فقہ و قانون کی باریکیوں اور نزاکتوں کو سمجھنے والی ایک پوری ٹیم تیار کی، جس کا ہر فرد اپنی جگہ نادرۂ روز گار تھا۔

(۳)غیر اسلامی ہندوستان میں مسلمانوں کے باعزت زندگی گذارنے کے لئے رہنما خطوط وہدایات مقرر فرمائے، جن پر کسی بھی ملی نظام کی تشکیل کی جاسکتی ہے، یہ باب حضرت تھانویؒ کی قانونی بصیرت اور فراست ایمانی کا سب سے زیادہ آئینہ دار ہے، اور حیرت ہے کہ اب تک سب سے کم اسی حصے پر توجہ دی گئی ہے۔

ان تینوں باتوں کی تفصیل کے لئے ایک مفصل کتاب کی ضرورت ہے، یہ مختصر مضمون اس کا متحمل نہیں ہے، البتہ ذیل میں ان کے کچھ ضروری اشارات پیش کئے جاتے ہیں:

مشہور فقہی تصنیفات

فقہی موضوعات پر حضرت کی چھوٹی بڑی بے شمار کتابیں اور تحریرات موجود ہیں، جن کا احاطہ خود ایک مستقل موضوع ہے، اس لئے بطور نمونہ چند مشہور اور ممتاز کتابوں کا تذکرہ کیا جاتا ہے، جن کے گہرے اثرات امت مسلمہ نے قبول کئے ہیں:

اعلاء السنن—احادیث احکام کا مجموعہ

(۱)اعلاء السنن: تصنیفی لحاظ سے یہ آپ کا سب سے بڑا فقہی کارنامہ ہے ، جو آپ کی برسوں کی آرزوؤں اور محنتوں کا خلاصہ ہے ، تقریباً پچیس تیس سال

کاطویل عرصہ اس میں صرف ہوا ، اس کی تصنیف وطباعت پر تقریباً چالیس ہزار(۴۰۰۰۰)روپے اس دور میں ذاتی طور پر خرچ فرمائے ،اور گیارہ(۱۱) جلدوں میں انتہائی اہتمام کے ساتھ شائع کیا، پھر آپ نے تمام مشہور مدرسوں اور دارالافتاؤں کو اس کے نسخے ارسال فرمائے ،اور خاص لوگوں کو اس کی توسیع و اشاعت کی ترغیب دی۔۔۔۔

بظاہر یہ کتاب آپ کے بھانجے اور تلمیذ رشید حضرت علامہ ظفر احمد عثمانیؒ کے قلم سے ہے، لیکن درحقیقت یہ آپ کے افادات وملاحظات وتفہیمات ہی کا مجموعہ ہے۔

حضرت تھانویؒ کو چونکہ اللہ پاک نے اپنے عہد کا مجدد بنایا تھا،اور مختصر عرصۂ حیات میں بہت سارے کام ان کو انجام دینے تھے ،اس لئے ان کے کام کرنے کی ایک صورت یہ بھی تھی کہ وہ بہت سے کاموں کو حسب موقعہ اور حسب صلاحیت چند افراد پر تقسیم فرمادیتے تھے اور اس کے لئے ضروری ہدایات دے دیتے تھے ، پھر اپنی نگرانی میں کام مکمل کرواتے تھے ،بظاہر قلم دوسرے کا ہوتا ، لیکن اس کے ایک ایک لفظ ومعنٰی میں آپ کی فکر اور حرارت جگر پیوست ہوتی تھی۔

حضرت تھانویؒ نے اپنی فراست ایمانی سے سمجھ لیا تھا کہ انگریزی سامراج کی کوششوں سے عدم تقلید اور سلف صالحین سے بے اعتمادی کا دور

عنقریب آنے والا ہے، اور اگلی نسل بگڑے ہوئے حالات میں علماء کے اس جواب پر قانع نہیں ہو گی کہ اس مسئلہ میں ائمۂ عظام کا مسلک یہ ہے، بلکہ اس سے آگے وہ یہ جاننا چاہے گی کہ اس سلسلے میں فرمان نبی کیا ہے؟ اور نصوص شرعیہ میں اس حکم کی بنیاد کیا ہے؟ اور چونکہ ساری دنیا میں حضرت امام اعظم ابو حنیفہؒ کے ماننے والوں کی تعداد زیادہ ہے اس لئے لوگوں کو امام صاحبؒ سے برگشتہ کرنے کی کوششیں کی جائیں گی، ان کی فقہ کو حدیث کے خلاف بتایا جائے گا، وغیرہ۔

اس موضوع پر کچھ علماء نے پہلے بھی کام کئے ہیں، مثلاً علامہ شوق نیمویؒ کی کتاب "آثار السنن" کو اس میدان میں پہلی کوشش کے طور پر دیکھا جاتا ہے، لیکن یہ کتاب نامکمل رہ گئی، ان کو مکمل کرنے اور زیادہ وسیع پیمانہ پر کام کرنے کی ضرورت تھی، اللہ جزائے خیر دے حضرت تھانویؒ کو کہ علامہ شوق نیمویؒ کے طرز پر آپ نے کام کو آگے بڑھایا اور ایک بہت بڑا علمی کارنامہ آپ کے ذریعہ انجام پایا، یہ صرف ہندوستان ہی نہیں بلکہ علم حدیث کی چودہ سو (۱۴۰۰) سالہ تاریخ میں ایک عظیم اور قابل فخر کارنامہ ہے[38]،

مکمل کتاب بڑے سائز کے چھ ہزار صفحات پر بیس (۲۰) ضخیم جلدوں میں شائع ہوئی، فرحمہ اللہ۔

38- اشرف السوانح ج۴ ص ۷۱۔

احکام القرآن - آیات احکام کا بہترین مجموعہ

(۲)اس ضمن میں آپ کا دوسرا اہم ترین کارنامہ احکام القرآن ہے ،یعنی قرآن کریم کی آیات احکام کا مجموعہ ،جو مسلک حنفی کے اصول پر ہے، اس کا ابتدائی نام "دلائل القرآن علیٰ مسائل النعمان:" تجویز کیا گیا تھا،اس کا خاکہ آپ نے اس طرح تیار فرمایا:

"اس میں صرف دلائل حنفیہ نہیں بلکہ مطلق احکام خواہ احکام فقہیہ ہوں یا عقائد و تصوف اور اخلاق و تمدن سے متعلق ہوں، سب ضبط کئے جائیں بالخصوص جن احکام میں مغربی تمدن اور نئی تعلیم کے اثر سے شبہات پیدا کئے جاتے ہیں، ان پر اہتمام سے کلام کیا جائے "[39]

کن آیات کو لینا ہے اور کن کو ترک کرنا ہے؟ تصنیف کا طرز کیا ہو گا؟ یہ ساری چیزیں آپ نے پہلے منقح فرمادی تھیں، بعض سورتوں کی فہرست بھی آپ نے تیار کی، اس کے بعد آپ نے اس تصنیف کو چار حصوں میں تقسیم کر کے چار معتمد اصحاب علم و قلم کے حوالے فرمادیا:

☆ قرآن کریم کی پہلی دو منزلیں مولانا ظفر احمد عثمانیؒ کے حوالے کی گئیں۔

☆ تیسری اور چوتھی منزل مولانا جمیل احمد تھانویؒ سے متعلق ہوئی،

39- اشرف السوانح ج۴ ص ۷۴ تا ۷۶۔

☆پانچویں اور چھٹی منزل مفتی محمد شفیع عثمانیؒ کے سپرد ہوئی۔

☆اور آخری منزل مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کے ذمہ ہوئی۔

یہ کام حضرت کی حیات طیبہ کے آخری دور (۱۳۶۲ھ) میں شروع ہوا ،جب آپ چراغ سحری تھے،اس لئے اس کی تکمیل آپ کی وفات کے بعد ہوئی۔

(نوٹ) قرآن سے تعلق کی بناپر ترتیب میں اس کتاب کاذکر نمبرایک پر کیا جاناچاہئے ،لیکن آپ کی زندگی میں چونکہ تکمیل نہ پاسکی ،اس لئے تصنیفی نقطۂ نظر سے اس کادرجہ متاخر ہوگیا۔

الحیلۃ الناجزۃ–ایک اجتہادی کارنامہ

(۳) آپ کا اہم ترین فقہی کارنامہ "الحیلۃ الناجزۃ للحلیلۃ العاجزۃ " ہے ،جو آپ کی اجتہادی بصیرت اور مجددانہ شان کا آئینہ دار ہے،اس میں ان مظلوم عورتوں کی مشکلات کاحل تجویز کیا گیاہے،جن کے شوہر مفقود الخبر ،یاغائب یانامرد ہوں،یاموجود ہوتے ہوئے بھی نان ونفقہ اور دیگر حقوق ادانہ کرتے ہوں۔

یہ اس عہد کانہایت حساس مسئلہ تھا،کئی علاقوں میں قاضی شرعی نہ ہونے کی بناپر عورتوں کے ارتداد کے واقعات بھی رونما ہونے لگے تھے ، اسی طرح بدکاری اور بے حیائی کی واردات بڑھ رہی تھیں ،اس مصیبت کبریٰ پر حضرت تھانویؒ نے توجہ دی،اور مذاہب اربعہ بالخصوص فقہ مالکی کی روشنی میں ان مظلوم خواتین کی رہائی کی شرعی صورتوں پر غور وفکر کیا گیا،حرمین شریفین کے علماء مالکیہ

سے مراسلت کی گئی ، ہندوستان کے مشاہیر علماء احناف سے بھی مشورے ہوئے،حالات کا جائزہ لیا گیا،دوسرے مذہب پر فتویٰ کے حدود و قیود پر نظر ڈالی گئی ،اس طرح مسلسل پانچ (۵)سال کی محنت شاقہ کے بعد اس کتاب کا مسودہ تیار ہوا ،مسودہ کی تیاری میں مولانا عبد الکریم گمتھلویؒ اور مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ بھی شریک سفر رہے [40]۔

حضرت تھانویؒ فرماتے تھے:

"میں نے اپنی سہولت و نیز احتیاط کی غرض سے اپنے دو خاص
اہل علم واہل فتویٰ دوستوں کو اس تصنیف میں برابر شریک رکھا،
جن کا نام بھی اس رسالہ میں لکھ دیا ہے" [41]

امداد الفتاویٰ-ایک عظیم فقہی واجتہادی شاہکار

(۴)یہ مجموعہ فقہ وفتاویٰ کی دنیا کا عظیم شاہکار اور جدید وقدیم مسائل کا جامع نگارخانہ ہے،جس کی سطر سطر سے فقہی بصیرت اور مجتہدانہ دقت نظر آشکار ہوتی ہے،یہ خالص فقہی مسائل کا مجموعہ ہے،جس نے آپ کے متفرق فقہی رسائل کو بھی اپنے دامن میں سمیٹ لیا ہے ،اس کتاب کو خود حضرت تھانویؒ نے اپنی زندگی میں اہتمام کے ساتھ چار(۴) جلدوں میں مرتب فرمایا تھا

---

[40]- حوالہ بالا،امداد الفتاویٰ ج ا ص ۵۴۔

[41]-اشرف السوانح ج ۳ص ۳۴۳۔

،اور مطبع مجتبائی دہلی سے شائع ہوئی تھی ،یہ ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۹۰۹ء کی بات ہے
۔۔۔۔۔۔اس کے بعد کے فتاویٰ تتمات کے نام سے وقفہ وقفہ سے شائع ہوئے ،
بعد میں ان سب کا مجموعہ چھ (۶) جلدوں میں نئی تبویب وترتیب کے ساتھ ۱۳۷۱ھ
مطابق ۱۹۵۲ء میں حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے کراچی سے شائع کیا۔

آج یہ کتاب جدید وقدیم مسائل کی شاہ کلید ہے ، کوئی عالم یا دارالافتاء اس سے مستغنی نہیں ہے۔۔۔۔۔۔بلکہ کہنا چاہئے کہ اردو کے پورے فقہی ذخیرے میں ایسی جامع اور مجتہدانہ کتاب موجود نہیں ہے،یہ کتاب صرف مسائل کے جوابات نہیں دیتی ،بلکہ جواب دینے کاسلیقہ بھی سکھاتی ہے ،دل ودماغ کی پرتیں بھی کھولتی ہے ،حوادث یعنی نئے مسائل میں احکام شرعیہ کی تطبیق وتخریج کے اصولوں پر بھی روشنی ڈالتی ہے ، دائرۂ تقلید میں اجتہاد کیسے کیا جاسکتا ہے ؟ ضرورت کے وقت دوسرے مذاہب فقہیہ سے استفادہ کی کیا شکل ہو سکتی ہے ؟ معاملات سے متعلق اختلافی مسائل میں کس حدتک توسع کی گنجائش ہے ؟وغیرہ ۔۔۔۔۔ان تمام سوالات کے جوابات اس کتاب میں موجود ہیں،۔۔۔۔۔یہ کتاب جدید وقدیم کسی مسئلے میں کوئی تشنگی نہیں چھوڑتی ،اس کو پڑھتے ہوئے فکر وخیال کو تحریک وتقویت بھی حاصل ہوتی ہے ،اوراس کے راستے بھی کھلتے ہیں،اس طرح یہ کتاب تقلید واجتہاد اور قدیم وجدید کا ایک جامع مرقع ہے جس کو آج کے حالات میں فقہ اسلامی کی شاہ کلید اور جزئیات وکلیات اور فقہی نظریات وعملیات کا عظیم

انسائیکلوپیڈیا کہنا زیادہ مناسب ہوگا۔

اس کتاب کی استنادی اہمیت بھی بہت زیادہ ہے اس لئے کہ اس کے ایک بڑے حصے میں استاذ الکل حضرت مولانا یعقوب نانوتویؒ اور ابو حنیفہ عصر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی اصلاحات اور فقہی آراء شامل ہیں، اس طرح یہ ایک سہ آتشہ مجموعہ ہے، ظاہر ہے کہ کوئی دوسری کتاب اعتبار واستناد میں اس کتاب کی ہم پلہ نہیں ہو سکتی، خود حضرت تھانویؒ نے اس کی پہلی اشاعت کے مقدمہ میں اس کی وضاحت فرمائی ہے:

"یہ مجموعہ ہے بعض فتاویٰ کا جو احقر نے وقتاً فوقتاً مختلف سوالات پر لکھے ہیں، جس کے باعتبار احوال کمی وبیشی نظر اس احقر کے تین حصے جدا جدا تھے۔

ایک وہ جو زمانۂ طالب علمی دیوبند میں بامر استاذی حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ لکھے گئے تھے، اور جن پر قریب قریب کل کے حضرت مولانا قدس سرہ کی تصحیح بھی تھی، اور یہ زمانہ ۱۳۰۱ھ تک کا ہے، دوسرے وہ جو زمانۂ مدرسی کانپور میں لکھے تھے، جس وقت کسی محقق کی صحبت نہ تھی، اور عوام کی حالت کا تجربہ بھی کم تھا، اور یہ وقت ۱۳۱۵ھ کے اوائل تک کا ہے، تیسرے وہ جو زمانۂ قیام وطن میں لکھے ہیں ،جب کہ گاہ گاہ شرف صحبت مقدام المحققین ، حجۃ اللہ علی العالمین

حضرت مولانا رشید احمد صاحبؒ سے مشرف ہوا تھا، اور عوام کی حالت کا تجربہ اضافہ بڑھ گیا تھا، ہر چند کہ ان تینوں حصوں کی شان کا باہم ممتاز ہونا مقتضی اس کو تھا کہ جدا ہی جدا رہتے مگر چونکہ اس کی ترتیب بحسب حوادث تھی ابواب ابواب پر وہ مرتب نہ ہوئے اور رغبت عام وسہولت تام تبویب میں دیکھی گئی اس لئے اشاعت کے وقت اس کو باباً باباً مرتب کرنا مناسب معلوم ہوا[42]۔

امداد الاحکام—تکملہ امداد الفتاویٰ

(۵) امدادالفتاویٰ ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء تک کے فتاویٰ کا مجموعہ ہے ، ۱۳۴۰ھ مطابق ۱۹۲۱ء کے بعد سے آخر عمر تک کے فتاویٰ کا مجموعہ امدادالفتاویٰ کے تکملہ کے طور پر چار (۴) جلدوں میں "امداد الاحکام" کے نام سے شائع ہوئی، جس میں تقریباً سوا دو ہزار مسائل ہیں، اس مجموعہ کو حضرت علامہ ظفر احمد عثمانیؒ اور حضرت مولانا عبدالکریم گمتھلویؒ نے مرتب کیا ہے، میرے سامنے جنوری ۲۰۰۹ء کا نسخہ ہے، جو نہایت آب وتاب کے ساتھ مکتبہ دارالعلوم کراچی سے شائع ہوا ہے۔

بہشتی زیور—نسوانی مسائل واحکام کا بے نظیر مجموعہ

(۶) بہشتی زیور: یہ حضرت تھانویؒ کی سب سے زیادہ شائع ہونے والی

42-امدادالفتاویٰ ج ا ص ۶۰ مقدمہ حضرت تھانویؒ۔

بافیض کتاب ہے، جو ہر گھر کی زینت بلکہ ضرورت ہے، یہ عام فہم زبان میں عورتوں کے مسائل کا سب سے بڑا انسائیکلو پیڈیا ہے، جس میں خواتین کی ضرورت کی تمام چیزیں موجود ہیں، ایسی جامع کتاب حضرت تھانویؒ کے اشہب قلم سے نکلی، یہ آپ کے منصب تجدید کی کرامت ہے، عورتوں کے مسائل وضروریات کے لئے ایسے مجموعہ کی سخت ضرورت تھی۔

یہ کتاب معاشرتی ضروریات سے آگہی اورانسانی سماج سے آپ کی گہری وابستگی کو ظاہر کرتی ہے، خانقاہی مشائخ کو عام طور پر معاشرہ سے الگ تھلگ شخصیات کے طور پر جانا جاتا ہے، مگر یہ صحیح تصور نہیں ہے، مشائخ دنیا میں رہ کر بھی آلائش دنیا سے پاک ہوتے ہیں، مگر وہ بحیثیت مصلح انسانی اور نائب رسول کے معاشرتی ضروریات ومسائل سے پوری طرح باخبر ہوتے ہیں، حضرت تھانویؒ کی یہ کتاب اس کی واضح مثال ہے۔

اس کتاب کا بڑا حصہ مولانا سید احمد علی فتحپوریؒ کے قلم سے ہے، جو آپ کے زمانۂ کانپور کے تلمیذ رشید ہیں، انہوں نے آپ کی ہدایات کے مطابق اس کو قلمبند فرمایا، یوں جزوی طور پر خواجہ عزیزالحسن مجذوبؒ بھی اس میں شریک رہے ہیں، گیارہواں حصہ جو بہشتی گوہر کے نام سے بھی شائع ہوا، یہ حضرت مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی کتاب "علم الفقہ "کا ملخص ہے جس کو خواجہ عزیزالحسن مجذوبؒ نے تیار کیا تھا، تصنیف کا آغاز ۱۳۲۰ھ میں ہوا، اس کی پہلی طباعت رنگون

کے مدرسہ نسواں سورتی کے مہتمم سیٹھ صاحب اور جناب مولانا عبد الغفار صاحب لکھنویؒ کی صاحبزادی (جو حکیم عبد السلام صاحب داناپوری کی اہلیہ تھیں) کے تعاون سے ہوئی[43]۔

(۷)بوادر النوادر : یہ حضرت کی زندگی کی آخری اور شاہکار تصنیف ہے ،علم وحکمت کا نایاب خزینہ اور معارف واسرار کا بیش قیمت گنجینہ، جس میں فقہیات کا بھی مستقل باب ہے ،اور اہم ترین مسائل فقہیہ پر بصیرت افروز روشنی ڈالی گئی ہے ،آٹھ سو پینسٹھ (۸۶۵)صفحات میں ادارۂ اسلامیات لاہور سے شائع ہوئی ہے۔

(۸)اصلاح الرسوم مع ضمیمہ :معاشرتی خرابیوں پر بے نظیر کتاب ہے ،اس میں آپ کی مصلحانہ اور مجددانہ شان نمایاں ہے۔

(۹)المصالح العقلیہ للاحکام النقلیۃ(احکام اسلام عقل کی نظر میں) : احکام شرعیہ کے اسرار وحکم پر لاجواب کتاب ہے،یہ کتاب گوکہ بواطن شریعت سے متعلق ہے لیکن ظاہر ہے کہ احکام ظاہر کے تذکرہ کے بغیر احکام باطن کا بیان ممکن نہیں۔

(۱۰)تعلیم الدین

(۱۱)حقوق الاسلام

43-اشرف السوانح ج۳ص۴۸۱، دیباچہ بہشتی زیور حصہ اول از حضرت تھانویؒ ص ۵ مطبوعہ مقیم بک ڈپو، چتلی قبر دہلی۔

(۱۲)الاستبصار فی فضل الاستغفار

(۱۳)القول الصواب فی مسئلۃ الحجاب

(۱۴)القول البدیع فی اشتراط المصر للجمیع

(۱۵)فروع الایمان

(۱۶)حق السماع

(۱۷)الخطاب الملیح فی تحقیق المہدی والمسیح

(۱۸)تحذیر الاخوان عن الربوافی الہندوستان

(۱۹)التقیٰ فی احکام الرقیٰ

(۲۰)کشف الغشوۃ عن وجہ الرشوۃ

(۲۱)الحق الصراح فی تحقیق اجرۃ النکاح

(۲۲)فیصلہ ہفت مسئلہ ۔یہ کتاب پیرومرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحبؒ کے حکم پر آپ نے تحریر فرمائی لیکن حضرت حاجی صاحبؒ کے نام سے شائع ہوئی۔

(۲۳)الاقتصاد فی التقلید والاجتہاد

(۲۴)رفع الخلاف فی حکم الاوقاف۔یہ رسالہ "اثبات وقف لازم مصنفہ قاری محمد علی جلال آبادیؒ کے ساتھ شائع ہوا۔

(۲۵)الفتوح فی احکام الروح

(۲۶)الانتباہات المفیدۃ عن الاشتباہات الجدیدۃ
جناب مولانا نورالبشر محمد نورالحق کی تحقیق کے ساتھ دارالعلوم کراچی سے اس کتاب کا شاندار ایڈیشن آیا ہے، اس کا عربی ترجمہ حضرت مولانا نور عالم خلیل الامینی صاحب استاذ دارالعلوم دیوبند نے "الاسلام والعقلانیۃ" کے نام سے کیا ہے ،جو شیخ الہند اکیڈمی دیوبند سے شائع ہوا ہے۔

(۲۷) آداب المعاشرت۔

(۲۸)حوادث الفتاویٰ–پہلے یہ مستقلاً شائع ہوا تھا بعد میں امداد الفتاویٰ کا جزو بن گیا۔

(۲۹)تتمات امدادالفتاویٰ –یہ بھی بعد میں امدادالفتاویٰ میں شامل کر دیا گیا۔

(۳۰)ترجیح الراجح–کئی حصوں میں شائع ہوا تھا، بعد میں امدادالفتاویٰ کا حصہ بن گیا۔

(۳۱)زکاۃ الفرض فی نبات الارض۔

(۳۲)ادب الاعلام (الکنز النامی)

(۳۳)ادب الاعتدال

(۳۴)ادب الطریق

(۳۵)ادب الترک

(۳۶)ادب العشیر

(۳۷)ادب الاسلام

(۳۸)ارشادالہائم فی حقوق البہائم

(۳۹)کسوۃ النسوۃ

(۴۰)حفظ الحدود لحقوق الجدود

(۴۱)اغلاط العوام

(۴۲)احسن التفہیم

(۴۳)تقطیف الثمرات فی تخفیف الثمرات

(۴۴)الادراک والتوصل الیٰ حقیقۃ الاشراک والتوسل

(۴۵)جزل الکلام فی عزل الامام

(۴۶)معاملۃ المسلمین فی مجادلۃ غیر المسلمین

(۴۷)جمع الصکوک فی قمع الشکوک

(۴۸)بناء القبۃ علیٰ بناء الجبر

ان میں بعض رسالے امداد الفتاوی یا امداد الاحکام کا حصہ بن کر بھی شائع ہو چکے ہیں،۔۔۔۔

یہ صرف وہ کتابیں یا رسالے ہیں جن کا تعلق براہ راست فقہیات سے ہے،موضوعات کا تنوع دیکھئے،اور مباحث کی معنویت اور دقت نظر ملاحظہ کیجئے تو

اندازہ ہوگا اللہ پاک نے اس مرد حق آگاہ پر حقائق ومعانی کے کیسے دروازے کھول دیئے تھے، فرحمہ اللہ۔

فقہی شخصیات اور رجال کار

(۲)آپ کا دوسرا جلیل القدر کارنامہ بالغ نظر علماء اور اصحاب افتاء کی تربیت وتیاری ہے جن میں سے ہر ایک پورے پورے زمانے پر بھاری ثابت ہوا، ان کی فہرست بھی بہت طویل ہے، چند نام بطور نمونہ پیش کئے جاتے ہیں، تاکہ ان پھلوں سے پیڑ کی عظمت کا اندازہ لگایا جاسکے:

(۱)مولانا احمد علی کافل صاحبؒ مؤلف بہشتی زیور (حضرت تھانویؒ کی زندگی ہی میں ان کی وفات ہوگئی)

(۲)مولانا شاہ لطف رسول صاحب فتحپوریؒ (متوفی ۱۳۴۴ھ) کئی کتابوں کے مصنف ہیں، ان کا وصال بھی حضرت کی حیات ہی میں ہوگیا تھا

(۳)علامہ ظفر احمد تھانویؒ (ولادت ۱۳۱۰ھ—وفات ۱۳۹۴ھ) حضرت کے بھانجہ اور تلمیذ ہیں، بڑے محدث وناقد وفقیہ، بے شمار کتابوں کے مصنف، صاحب اعلاء السنن۔

(۴)مولانا مفتی عبدالکریم گمتھلویؒ (ولادت ۱۳۱۵ھ—وفات ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۹۴۹ء) بہت سی کتابوں کے مصنف صاحب نظر فقیہ تھے۔

(۵)مولانا محمد حسن صاحبؒ (امرتسر)۔

(۶)مولانا خیر محمد صاحب جالندھریؒ، صاحب خیر الفتاویٰ۔

(۷)حضرت مولانا عبد الرحمن صاحب کامل پوریؒ۔

(۸)حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ(متوفیٰ ۱۴۰۳ھ) سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند، علم وحکمت کے بادشاہ، آپ کے عہد میں آپ کی کوئی نظیر نہیں تھی۔

(۹)حضرت مفتی محمد شفیع عثمانی دیوبندیؒ مفتی اعظم پاکستان–معروف مصنف وفقیہ، صاحب معارف القرآن وجواہر الفقہ،

(۱۰)مولانا محمد نبیہ صاحب ٹانڈویؒ۔

(۱۱)مولانا اسحاق علی کانپوریؒ۔

(۱۲)حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب جلال آبادیؒ صاحب "شوریٰ اوراہتمام"۔

(۱۳)حضرت مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ سابق استاذ دارالعلوم دیوبند۔

(۱۴)مولانا ولی محمد صاحب گورداس پوریؒ سابق استاذ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

(۱۵)حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رامپوریؒ سابق ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

(۱۶)حضرت مفتی اعظم مفتی محمد کفایت اللہ صاحب شاہ جہاں پوریؒ

صاحب کفایت المفتی۔

(۱۷)مولانا ظہورالحسن صاحب سابق استاذ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور

۔

(۱۸)علامہ سید سلیمان ندویؒ صاحب سیرۃ النبی ۔حضرت علامہؒ گو کہ بڑے صاحب علم وفضل اور معروف مصنف ومحقق ہونے کے بعد حضرت تھانویؒ کی خدمت میں تشریف لائے تھے، لیکن اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انہوں نے حضرت سے عملی تربیت کے ساتھ علمی اصلاحات بھی حاصل کی تھیں، خود حضرت علامہؒ نے ایک بار ڈاکٹر عبدالحی صاحبؒ سے فرمایا تھا کہ:

"ساری زندگی جن چیزوں کو علوم سمجھتے رہے وہ تو جہل ثابت ہوئے، علوم تو ان بڑے میاں کے پاس ہیں"[44]

(۱۹)مولانا عبدالباری ندوی استاذ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد۔

(۲۰) مولانا جمیل احمد تھانوی سابق استاذ مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور۔

(۲۱)علامہ محمد ادریس کاندھلویؒ صاحب التعلیق الصبیح۔وغیرہ۔

---

[44] -مکاتبت سلیمانی ص ٦٦ مرتبہ مفتی محمد زید صاحب استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ (ناشر: ادارہ افادات اشرفیہ لکھنؤ) بحوالہ اصلاحی مجالس حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب ص ۳۰۰۔

مسلمانوں کی اجتماعی اور ملی زندگی کے لئے چند رہنما خطوط

(۳)آپ کی فقہی خدمات کا تیسرا اہم عنوان ہندوستانی مسلمانوں کے لئے ان خطوط عمل اور شرعی بنیادوں کی نشاندہی ہے، جن کے مطابق وہ دین پر قائم رہتے ہوئے اجتماعیت کے ساتھ باعزت زندگی گذار سکتے ہیں:

مجلس فقہی کی ضرورت

☆ملت اسلامیہ کی حیات قانون شریعت کے ساتھ وابستہ ہے، قانون شریعت کو چھوڑ کر یہ ملت زندہ نہیں رہ سکتی، اس لئے قانون شریعت کے تحفظ کے لئے ایک ایسی جماعت کی ضرورت ہے جو حالات کی تبدیلیوں پر نگاہ رکھے، صحیح صورت حال کے لئے واقف کاروں سے رابطہ کرے، سماجی مشکلات سے آگاہی حاصل کرے، اور نئے حالات پر احکام شرعیہ کی تطبیق کے واسطے انفرادی یا اجتماعی طور پر غور وفکر کرے۔

غیر اسلامی ہندوستان میں حضرت تھانویؒ کو اس بات کی بڑی فکر تھی، کہ نئے حالات میں مسلمان کہیں اپنے دین ومذہب سے بیزار نہ ہو جائیں، علماء حکم شرعی کی تطبیق سے غافل یا عاجز ہوں اور ادھر خدانخواستہ ارتداد وانحراف کی وبا پھیل جائے، اسی فکر نے مظلوم خواتین کے مسئلے پر انہیں برسوں بے چین رکھا اورالحیلۃ الناجزۃ جیسی معرکۃ الآراء کتاب لکھوائی، اور مسائل شرعیہ پر غور وخوض کے لئے ایک مجلس فقہی کی تشکیل کرائی، حضرت چاہتے تھے کہ نئے معاملات میں

شدت اور تنگ نظری اختیار نہ کی جائے، بلکہ اس میں حتی الامکان توسع کی راہ اختیار کی جائے، اگر اس کے لئے کسی قول مرجوح یا مذہب غیر پر فتویٰ دینے کی ضرورت ہو تو اس پر بھی علماء غور کریں، علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ایک موقعہ پر معارف میں لکھا تھا:

"اصلی صورت یہ ہے کہ جیسا کہ حضرت مولانا تھانویؒ نے تجویز فرمایا تھا کہ اہل معاملات پہلے ان جدید معاملات کی ان صورتوں کو جو ان کو پیش آتی ہیں یکجا کر کے علماء کے سامنے رکھیں، اور علماء ان کے جوابات مرتب فرمائیں، حضرات علماء کو بے تعلقی کے سبب سے جدید معاملات کی خبر نہیں ہے، اور نہ ان کی حقیقت سے واقف ہیں، اس لئے ضرورت ہے کہ ان معاملات کی تفصیلات خود اہل معاملہ کھول کر بتائیں، تاکہ حضرات علماء ان پر غور و فکر کر سکیں[45]۔

حضرت تھانویؒ کے ملفوظات میں ہے کہ:

ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا:

"آپ آج کہہ رہے ہیں میں ایک عرصہ ہوا اس وقت چاہا تھا کہ سب اہل معاملہ اپنے اپنے معاملات کو سوال کی صورت میں جمع کر کے مجھ کو دے دیں، چاہے وہ تجارت پیشہ ہوں، یا زراعت پیشہ

---

[45]-معارف ماہ مئی ۱۹۴۶ء ماخوذ از ذرات سلیمانی ص ۳۸۶ (مکاتبت سلیمانی ص ۱۳۰)

یا ملازمت پیشہ وغیرہ وغیرہ، میں کوشش کر کے ان کے متعلق روایتیں جمع کر دوں گا، اور احکام بتلا دوں گا، مگر کسی نے میری مدد نہ کی، بڑے کام کی کتاب ہوتی، اسی کے متعلق میں نے حضرت گنگوہیؒ سے سوال کیا تھا، کہ اگر کثیرۃ الوقوع معاملات میں دوسرے ائمہ کے مذاہب پر فتویٰ دیا جائے، تو کوئی حرج تو نہیں؟

حضرت نے فرمایا تھا کہ کوئی حرج نہیں، اس سے بہت ہی قوت ہو گئی تھی، کہ اب تو کوئی مانع ہی نہیں رہا، اور میں خود اس لئے نہیں لکھ سکا، کہ مجھ کو معاملات یا واقعات ہی کی خبر نہیں۔۔۔۔ اور اگر کوئی بات سمجھ ہی سے باہر ہو تو اس کا کوئی علاج نہیں معذوری ہے، اور اب اتنے بڑے کام کی ہمت نہیں رہی، ضعف کے سبب تحمل نہیں"[46]

یعنی حضرت کی خواہش تھی کہ باقاعدہ ایک ایسا ادارہ قائم ہو جہاں علماء محققین بھی ہوں اور اہل معاملہ یعنی معاملات جدیدہ کے واقف کار حضرات بھی، بعد کے ادوار میں مختلف ملکوں میں بالخصوص ہندوستان میں جو فقہی ادارے قائم ہوئے جن میں دونوں طبقوں (جدید وقدیم) کے لوگوں کی شرکت ہوئی، کہہ سکتے ہیں کہ ان کی اساس حضرت تھانویؒ کی اسی فکر پر تھی۔

---

[46]-الافاضات الیومیہ ج۶ص۱۳۵ ملفوظ نمبر ۲۳۸ مطبوعہ ملتان، ماخوذ از مکاتبت سلیمانی ص ۱۳۱۔

مسلم سیاسی جماعت کی ضرورت

☆حضرت تھانویؒ غیر اسلامی ہندوستان میں مسلمانوں کی اپنی مستقل سیاسی تنظیم بنانے کے بھی آرزومند تھے،ان کے نزدیک غیر مسلم سیاسی جماعتوں سے مصالحت کی گنجائش ہے،متابعت کی نہیں ،یہ اسلام اور مسلمانوں کی توہین ہے اور اس سے مسلمان رفتہ رفتہ کمزور ہوتے چلے جائیں گے ،اس لئے کہ قوت کے توازن کے لئے مستقل جماعت کا وجود ضروری ہے ،جو مسلمانوں کی قوت کو مجتمع بھی کرے ، مخالف قوتوں کا دفاع بھی کرے اور معاہدہ کی ضرورت ہو تو مساوی حیثیت سے معاہدہ بھی ممکن ہو ،اگر غیر مسلم ملک میں مسلمانوں کی اپنی سیاسی جماعت نہ ہو اور وہ مجبور ہو کر غیر مسلم سیاسی پارٹیوں کی رکنیت قبول کریں تو ظاہر ہے کہ یہ ان کے ساتھ اتحاد نہیں بلکہ ان کی متابعت ہو گی ،اور متابعت کو اپنی مرضی سے قبول کرنا خود کو کمزور کرنے اور کمزور تسلیم کرنے کے مترادف ہے ،اس لئے کہ کوئی طاقتور کسی کمزور سے معاہدہ نہیں کرتا اور نہ اس کے حقوق کی پرواہ کرتا ہے،جیسا کہ آیت کریمہ سے ظاہر ہوتا ہے۔

إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَجَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً وَكَذَلِكَ يَفْعَلُونَ[47]

اس کا مطلب ہے کہ مسلمانوں کا اپنی سیاسی جماعت بنانے پر توجہ نہ دے

---

[47] -النمل : 34

کر دوسری سیاسی جماعتوں میں شمولیت اختیار کرنا سیاسی اور قومی موت کے مترادف ہے، حضرت تھانویؒ نے اپنی متعدد کتابوں میں اس پر توجہ دلائی ہے کہ مذہبی اور قومی مسائل میں غیر مسلموں کی رعایت کرنا مداہنت ہے اور اس سے دین کمزور ہوتا ہے اور مسلمانوں سے ایمان کی غیرت نکلتی چلی جاتی ہے، حضرت نے یہ بھی لکھا کہ اپنے قومی مسائل میں غیر مسلموں پر اعتماد کرنا سب سے بڑا فریب یا حماقت ہے، اس لئے کہ کفار مسلمانوں سے اس وقت تک راضی نہیں ہوسکتے جب تک کہ وہ ملت کفر کے پوری طرح پیروکار نہ بن جائیں، قرآن کریم میں ہے:

وَلَنْ تَرْضَى عَنْكَ الْيَهُودُ وَلَا النَّصَارَى حَتَّى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ[48]

لوگوں کو حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ کے کانگریس کی تائید وحمایت کرنے سے غلط فہمی ہوئی، حضرت کے طرز عمل کی نوعیت کچھ اور تھی لوگوں نے اسے کچھ اور بنادیا، حضرت تھانویؒ نے اسی طرح کے ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا:

"حامیان کانگریس میں سے بعض حضرات اس اشتراک کو استاذی حضرت مولانا دیوبندیؒ کا اتباع سمجھتے ہیں، اور بعض اصحاب اس اختلاف کو مثل اختلاف حنفی شافعی کے خیال کرتے ہیں، سو میرے نزدیک یہ دونوں خیال محض غلط ہیں حضرت مولانا کا اشتراک

---

[48] البقرة :120-

مصالحت تھانہ کہ متابعت، یعنی اس وقت تحریک خلافت نہایت قوت پر تھی، جس سے حضرت مولانا کو قوی امید تھی کہ حکم اسلام کا غالب ہو گا اور ہم لوگوں کا خیال قرائن اور وجدان سے اس کا عکس تھا، سو یہ اختلاف محض رائے کا اختلاف تھا، اور مثل اختلاف حنفی، شافعی کے اجتہادی تھا، اس اشتراک میں متابعت کے شائبہ کا وہم بھی نہ تھا، یہی وجہ ہے کہ اگر کسی وقت کسی شعار اسلامی کے ضعیف یا کسی شعار کفر کی قوت کا ذرا شبہ بھی ہوتا تھا، فوراً اس پر نکیر شدید فرماتے تھے، چنانچہ مشاہدۂ متواترہ اس کا شاہد ہے، بخلاف اس وقت کی حالت کے، کہ اب کانگریس کی قوت سے کفر و شرک کا حکم غالب ہے، اس کی ہر تجویز سے موافقت و مداہنت کی جاتی ہے، اس وقت کا اشتراک بصورت ادغام بالکل متابعت ہے جو کہ ناجائز ہے، اس لئے مسلمانوں کو اپنی تقویت اور تنظیم مستقل لازم ہے تاکہ اس کے بعد جو اشتراک ہو وہ مصالحت ہو متابعت نہ ہو خلاصہ یہ کہ اشتراک ایک لفظ مشترک ہے، مگر اس کے دو فردوں کا یعنی مصالحت و متابعت کا حکم جدا جدا ہے ،پس حقیقی امتیاز کے بعد محض لفظی اشتراک سے اشتباہ نہ ہونا چاہئے"[49]

حضرت تھانویؒ ہندوستان کی آزادی سے قبل ہی انتقال فرماگئے، لیکن

49-بوادرالنوادر ص۸۱۸۔

آزادی کے وقت مسلمان جس قدر طاقتور تھے اور آج جس ابتر صورت حال میں پہونچ چکے ہیں اور غیر مسلم سیاسی جماعتوں نے ہمیشہ ان کو دھوکے دیئے ہیں، اس کے پیش نظر حضرت تھانویؒ کی بات ہی صدفی صد درست معلوم ہوتی ہے، کاش کہ لوگوں نے اس پر توجہ دی ہوتی، رحمہ اللہ۔

ایک جامع ملی ادارہ کا تصور

☆اسلامی ہند کے سقوط کے بعد ملک میں مسلمانوں پر جو حالات آئے ،اور مسلمان بچھڑی ہوئی بھیڑوں کی طرح ادھر ادھر بھٹکنے لگے، اس کا بے پناہ غم حضرت تھانویؒ کو تھا، وہ چاہتے تھے کہ مسلمان تنظیمی زندگی گذاریں، اگر حکومت واقتدار ختم ہوچکا ہو تو اس کے غم میں اپنے حواس مختل نہ کریں، اپنی تنظیمیں قائم کریں اور دینی بنیادوں پر متحد ہونے کی کوشش کریں، چنانچہ حضرت نے "حیوۃ المسلمین" کے نام سے ایک مستقل کتاب تصنیف فرمائی اور اس میں مسلمانوں کی اجتماعی اور تنظیمی زندگی گذارنے کا مکمل خاکہ پیش فرمایا، حضرتؒ فرماتے تھے کہ اس کتاب کو تیار کرنے میں مجھے جتنی مشقت اٹھانی پڑی اتنی کسی کتاب میں نہیں اٹھانی پڑی[50]، ظاہر ہے کہ ایک زوال پذیر قوم کے لئے محدود اختیارات کے ساتھ دینی غیرت ووقار کو تحفظ دینے والا دستور العمل تیار کرنا آسان نہیں تھا۔

پھر اس دستور کو عملی صورت دینے کے لئے خود ایک انجمن "صیانۃ

50-اشرف السوانح ج۳ص۳۰۰۔

المسلمین عن خیانۃ غیر المسلمین "بھی قائم فرمائی، اور اس کے اصول وضوابط اور ذمہ داران کے حدود واختیارات وغیرہ کا تعین فرمایا[51]۔

حضرت چاہتے تھے کہ مسلمان اپنے مسائل کے لئے خود کھڑے ہونے کی اہلیت پیدا کریں، دینی و دنیاوی رکاوٹوں کا خود مقابلہ کریں، اس کے لئے جماعتی نظام کا قیام اوراس کے لئے دستور العمل ضروری ہے، تاکہ اسلامی اصولوں کی روشنی میں تنظیم کو چلایا جاسکے اور غیر مسلموں کی جانب سے خواہ وہ عام لوگ ہوں یا حکومت کے لوگ پیش آنے والے چیلنجوں کا پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کیا جاسکے اوراگر قانونی چارہ جوئی کی ضرورت ہو تو اس کے لئے بھی محنت کی جاسکے وغیرہ

☆اسی غرض سے الوراور دہلی کے علاقے میں بھی ایک انجمن "خادم القرآن "آپ کی ہدایت کے مطابق قائم ہوئی، اوراس پلیٹ فارم سے وہاں کے مسلمانوں نے حکومت کے جبری تعلیم کے قانون اور مکاتب کے انہدام کے خلاف قانونی کاروائیاں اور عملی کوششیں کیں اور اللہ پاک نے ان کو کامیابی سے سرفراز فرمایا[52]،

☆پنجاب میں حکومت کے قانون وراثت کے خلاف اور آگرہ میں فتنۂ ارتداد کے خلاف حضرت کے مشورے سے مسلمانوں نے منظم جدو جہد کی ، اور

51-اشرف السوانح ج۳ص۳۰۰تا۳۰۷۔

52-حوالۂ بالا۳۳۹تا۳۴۱۔

حضرت نے ان کے مصارف کے لئے بڑی رقوم کا بھی انتظام فرمایا۔

☆اسی نظام کے تحت وہ مسلمانوں کے لئے دارالقضاء کا نظام بھی چاہتے تھے، آپ کی رائے تھی کہ بہت سے دینی مسائل کے لئے شریعت میں قضاء قاضی کی ضرورت پڑتی ہے، نیز غیر مسلم عدالت میں اپنے مسائل لے کر جانا غیرت ایمانی کے خلاف ہے، حضرت چاہتے تھے کہ اس کے لئے حکومت باقاعدہ قانون منظور کرے ، آپ نے حضرت مولانا احمد صاحبؒ سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کو بھی توجہ دلائی کہ وہ اس کے لئے جد وجہد کریں ،چنانچہ انہوں نے مسٹر مانٹیگر سابق وزیر ہند کے سامنے یہ بات رکھی کہ آپ ممبران اسمبلی اور سائمن کمیشن تک ہماری اس ضرورت کو پہونچائیں ۔۔۔۔

☆اسی سلسلے کی کڑی کے طور پر آپ کے حسب ایما میرٹھ میں "نصب القضاء" کے نام سے ایک انجمن قائم ہوئی۔۔۔۔

☆ آپ نے اس موضوع پر ایک رسالہ بھی "القول الماضی" کے نام سے تحریر فرمایا،۔۔۔۔

☆دہلی میں اس غرض سے ایک بڑا اجلسہ منعقد کیا گیا جس میں ممبران اسمبلی اور عمائدین شہر دہلی کو مدعو کیا گیا،اس اجلاس میں حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ اور مسٹر محمد علی جناحؒ بھی شریک ہوئے ، خانقاہ تھانہ بھون سے بھی نمائندگی کی گئی،اس میں فوری کامیابی تو نہ مل سکی، لیکن کوششیں اور دعائیں

حضرت کی طرف سے جاری رہیں [53]۔

یہ ایک مکمل ملی ادارہ کا خاکہ تھا، میں سمجھتا ہوں کہ بعد کے ادوار میں امارت شرعیہ، مسلم پرسنل لاء بورڈ اور مسلمانوں کے بعض تنظیموں کی تحریکات میں اسی خاکہ کا عکس شامل تھا۔۔۔۔۔۔۔

حضرت تھانویؒ کو لفظ "امارت" میں ایہام محسوس ہوتا تھا، اور وہ اسی کو امارت کے بجائے تنظیم اور انجمن وغیرہ کے ناموں سے ذکر کرتے تھے، اور واقعہ بھی یہی ہے کہ موجودہ حالات میں امارت شرعیہ کا جو معیار اور طریق کار ہے وہ حضرت تھانویؒ کی انجمن یا تنظیم سے بڑھ کر نہیں ہے،۔۔۔۔۔۔۔

اسی طرح بعد کے زمانوں میں مسلم پرسنل لاء بورڈ نے جو بال وپر نکالے، اس کا دائرۂ کار بھی انجمن "نصب القضاء، یا رسالہ "القول الماضی" سے زیادہ وسیع نہیں ہے۔

حضرت اوقاف میں حکومت کی مداخلت کے خلاف تھے، مسلم پرسنل لاء بورڈ یا وقف بورڈ کا کام بھی اسی بات کا تحفظ کرنا ہے۔

غرض اس مرد درویش نے برسوں قبل غیر اسلامی ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے جو خطوط کھینچ دیئے تھے، بعد کے ذہین ترین دماغ بھی ان سے آگے نہیں جاسکے ہیں، بلکہ وہی نشانات ان کے لئے بھی مشعل راہ اور رہنما خطوط

53-اشرف السوانح ج۳ص۳۵تا۴۲۔

ثابت ہوئے ہیں۔

قدیم جان کر جس کو بجھایا تم نے وہی چراغ جلاؤ تو روشنی ہو گی

جماعت تبلیغ کا قیام

جماعت تبلیغ کے قیام کا تصور بھی حضرت تھانویؒ کے یہاں پہلے سے موجود ہے، بلکہ انہوں نے اس کے لئے عملی اقدامات بھی کئے تھے، جن کے زیر اثر کئی علاقوں میں بڑے پیمانے پر کام کا آغاز ہوا اور کافی نفع پہونچا، مگر وہ اس کام کو مدارس اسلامیہ کے پلیٹ فارم سے اٹھانا چاہتے تھے، تاکہ تبلیغ کے لئے صحیح افراد کار بھی میسر رہیں، اور جہالت کی بنیاد پر جن مفاسد کا اندیشہ ہے، ان کا بھی سد باب ہو سکے، آپ نے اپنی چشم بصیرت سے بہت کچھ محسوس کر لیا تھا، اس کی مختصر روئداد "اشرف السوانح" سے ملاحظہ فرمایئے، عنوان ہے "تبلیغ کا اہتمام" :

"حضرت اقدس ہمیشہ سے اسلامی مدارس کو اس طرف توجہ دلاتے رہتے ہیں، کہ تبلیغ کا اہتمام بھی تعلیم کی طرح ضرور رکھا جائے، چنانچہ خانقاہ کی طرف سے بہت عرصہ سے تبلیغ کا سلسلہ جاری فرما رکھا ہے، گو کسی عارض کے سبب بعض مرتبہ کوئی مبلغ نہیں رہتا، لیکن جب موقعہ ہوتا ہے پھر رکھ لیا جاتا ہے، غرض تبلیغ کا حضرت والا کو ہمیشہ اہتمام رہتا ہے، بسا اوقات فرمایا کرتے ہیں، کہ تمام تعلیم و تعلم کا اصل مقصد تبلیغ ہی ہے، حضرات انبیاء کرام علیہم

الصلوۃ والسلام کا یہی فرض منصبی تھا۔

رسالہ حیات المسلمین خاص تبلیغ کے واسطے تصنیف فرمایا، اور اس کی اشاعت کے بعد تبلیغ کا احساس دیکھ کر ۱۳۵۰ھ میں ایک خاص صورت تبلیغ واشاعت کی حضرت والا نے تجویز فرمائی، جو بہت مفید اور نہایت سہل ہے، اور اس کو آثار رحمت (۱۳۵۰ھ) کے لقب سے چھپوا کر شائع فرمایا، اور دوسری جگہ تو صرف اشتہارات مطبوعہ ہی روانہ کر دینے پر اکتفا فرمایا، لیکن اس نواح کے لئے دائمی مبلغ کے علاوہ ایک سال تک دوسرے مبلغ کا تقرر بھی فرمایا اس توجہ کی برکت سے یہاں کے نواح میں بھی بہت نفع ہوا ، اور سہارن پور میں بھی تبلیغ کا کام بڑے پیمانے پر جاری ہو گیا اور برابر چار سال تک جاری رہا ،۔۔۔دوسری جگہ بھی اس سعی سے لوگوں نے اثر لیا اور ایک حد تک حضرت کا منشا پورا ہوا، مگر افسوس کہ اس سلسلہ کی تکمیل اب تک بھی نہ ہو سکی، ہم لوگوں میں انتظام کی اور نباہ کی بے حد کمی ہے[54]۔

غالب گمان یہ ہے کہ رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب (متوفی ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۹۴۴ء) اور ان کے والد ماجد جناب مولوی محمد اسماعیل صاحبؒ نے تبلیغی جماعت کا تصور خمخانۂ تھانوی ہی سے لیا ہے، اس لئے کہ یہ دونوں ہی حضرات

54-اشرف السوانح ج۳ص ۳۴۳،۳۴۲۔

حضرت گنگوہیؒ کے آستانہ سے وابستہ تھے، اور ظاہر ہے کہ حضرت گنگوہیؒ کے بعد حضرت تھانویؒ ہی مرجع خلائق ہوئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔لیکن کاش اس میں فکر تھانویؒ کے ساتھ آپ کے اصول وہدایات بھی پیش نظر رکھے جاتے اورآپ کے مقرر کردہ خطوط پر اس کو چلایا جاتا تو یہ جماعت حقیقی معنوں میں نبوی خطوط پر استوار ہو سکتی تھی اور متوقع مفاسد وخدشات سے بھی بچ سکتی تھی۔

یہ چند نمونے ہیں اس مرد حق آگاہ کی حقانی پیش بینیوں اور تجدیدی پیش بندیوں کے تفصیل کے لئے ایک طویل دفتر درکار ہے۔

وفات حسرت آیات

۱۶ / رجب المرجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹/ جولائی ۱۹۴۳ء کی شب یہ آفتاب عالمتاب ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا، انااللہ وانا الیہ راجعون، اور تھانہ بھون میں اپنے ہی وقف کردہ قبرستان میں مدفون ہوئے۔۔۔۔۔البتہ آپ کے مقرر کردہ خطوط عمل، تصنیفات و تالیفات اور تیار کردہ کاروان قدس کے نقوش آج بھی زندہ و تابندہ ہیں اور دنیا ان سے فیضیاب ہو رہی ہے اور ان شاء اللہ ہوتی رہے گی ، فرحمہ اللہ وجزاہ اللہ عنا خیر الجزاء۔

اختر امام عادل قاسمی

خادم جامعہ ربانی منورواشریف